رسائل ومسائل

غیر وارث قربت داروں میں تقسیم میراث

سوال: ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہماری کچھ زمینیں تھیں اور عرصہ ۴۰ سال سے اس پر قبضہ تھا۔ ہمارے والد صاحب یہ مقدمہ لڑ رہے تھے۔ ہم کل چار بہن بھائی تھے' دو بہنیں اور دو بھائی۔ ہم لوگ کراچی میں رہایش پذیر تھے۔ زمین بہاولپور میں ہے اور مقدمے کے لیے پہلے لاہور' بعدازاں اسلام آباد جانا پڑتا تھا۔ مقدمہ کا فیصلہ ہونے سے ایک سال پہلے ہمارے والد صاحب اور بڑے بھائی صاحب مقدمے کی پیشی سے واپس کراچی آرہے تھے کہ راستے میں حادثہ ہوگیا اور دونوں باپ بیٹا اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگئے۔ اس کے بعد چھوٹے بھائی نے مقدمہ لڑا۔ بالآخر ایک سال بعد ہمارے حق میں فیصلہ ہوگیا' یوں ہم زمین لینے میں کامیاب ہوگئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بڑے بھائی صاحب جو کہ والد صاحب کے ساتھ ہی وفات پاگئے تھے ان کی بیوی' دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ دادا کی وراثت میں پوتوں کا کوئی حق نہیں ہوتا' اگر صلبی اولاد حیات ہو۔ اب ہم دو بہنیں اور ایک بھائی ہیں' جب کہ دوسرے بھائی کے بچے ہیں۔ آیا دادا کی وراثت میں ان کا کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ ہم لوگ اس بارے میں بہت متفکر ہیں۔ اس دنیا میں کسی حق دار کو اس کا حصہ دینا بہت آسان ہے مگر اگلے جہاں میں بہت مشکل ہے۔ براہ مہربانی آپ قرآن و حدیث کے حوالے سے اس مسئلے کا حل پیش کریں۔

جواب: آپ کے والد صاحب اور بڑے بھائی کا حادثے میں شہید ہونے کا بڑا صدمہ

ہوا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر اور اجر سے نوازے۔ آمین!

آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب بڑے بھائی والد صاحب کے ساتھ ہی فوت ہوگئے ہیں تو ان کے بیٹوں اور بیٹی اور بیوہ کو ترکے کا ۱/۳ حصہ قانونِ وصیت کے تحت دینا چاہیے۔ یہ صلہ رحمی کا بھی تقاضا ہے جس کی قرآن و حدیث میں بڑی تاکید کی گئی ہے' نیز قرآن و حدیث نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایسے قرابت داروں کے لیے جن کا وراثت میں حصہ نہیں ہے' وصیت کریں (البقرہ ۲:۱۸۰)۔ یہ وصیت پہلے وارث اور غیر وارث سب کے لیے فرض تھی لیکن آیت میراث کے نزول کے بعد وارثوں کے لیے وصیت کی ضرورت نہیں رہی۔ البتہ غیر وارث قرابت داروں کے لیے جو وصیت فرض تھی' وہ اس کے بعد بھی باقی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ غیر وارث قرابت داروں کو میراث میں سے بذریعہ وصیت حصہ دلانا چاہتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ آدمی وصیت کرنے سے عاجز ہوتا ہے' جیسے آپ کے والد صاحب کو حادثہ پیش آیا اور بڑے بھائی ان کے ساتھ ہی شہید ہوگئے۔ ایسی صورت میں بڑے بھائی کے بیٹوں' بیٹی اور بیوی کے لیے وصیت نہیں کی جاسکتی تھی۔ جب اس طرح کی صورت حال پیش آجائے تو وارثوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی جسے ان کے فوت ہوجانے والے سرپرست نے پورا کرنا تھا' اسے وہ پورا کریں کہ مقصد تو اللہ کی مرضی کو پورا کرنا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوجائیں گے' شہید ہوجانے والے بھائی کی روح بھی خوش ہوجائے گی اور بھتیجے اور بھتیجی اور مرحوم بھائی کی بیوہ بھی راضی ہوجائیں گے۔

غیر وارث قرابت داروں کے لیے شریعت کی اس ہدایت پر تمام علما کا اتفاق ہے۔ بعض نے تو فوت ہونے والے پر غیر وارث کے لیے وصیت کو فرض قرار دیا ہے اور اگر فوت ہونے والا کسی وجہ سے اس فرض کو ادا کرنے سے قاصر ہوجائے تو انھوں نے ورثا پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ اس کی طرف سے اس فرض کو باہمی مشورے و رضامندی سے عملی جامہ پہنائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کی طرف سے یہ فرض کی ادائیگی شمار ہوگی۔ ابن جریر طبری' ابن حزم ظاہری' داؤد ظاہر' اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ آیت الوصیۃ (البقرہ ۲:۱۸۰)

وارثوں کے حق میں تو منسوخ ہے لیکن غیر وارث اقارب کے لیے منسوخ نہیں ہے، بلکہ ان کے لیے وصیت حسب سابق فرض ہے۔ آیت المیراث اور حدیث لا وصیة لوارث (وارث کے لیے وصیت نہیں) کے ذریعے میراث کے مستحق والدین اور قرابت داروں کو آیت وصیت سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے، لیکن غیر وارث اقربا کے استثنا کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ ابن جریر طبری آیت الوصیة کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اگر کوئی سوال کرے کہ کیا صاحبِ مال شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنے ان والدین اور قرابت داروں کے لیے وصیت کرے جو اس کی میراث نہیں لے سکتے، غیر مسلم ہیں یا دوسرے ورثا کی وجہ سے محروم ہیں، (جیسے پوتے بیٹوں کی موجودگی میں) تو جواب میں کہا جائے گا کہ ہاں فرض ہے۔ پھر اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب اس نے کوتاہی یا تفریط کی وجہ سے وصیت نہ کی ہو تو کیا وہ فرض ضائع کرنے پر گنہگار ہوگا۔ جواب دیا جائے گا: ہاں! گنہگار ہوگا۔ اس کے بعد اگر کہا جائے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ''فرض کر دی گئی تم پر جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آ جائے وصیت کرنا والدین اور قرابت داروں کے لیے''۔ پس جان لو کہ یہ وصیت ہم پر اس طرح فرض کی گئی ہے، جس طرح روزے فرض کیے گئے ہیں۔ اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ باوجود قدرت کے روزے نہ رکھنے والا شخص اللہ کے فرض کو ضائع کرنے والا ہے اور گنہگار ہے۔ اس طرح صاحبِ مال شخص والدین اور قرابت داروں کے لیے وصیت ترک کرنے پر گنہگار ہوگا۔ ابن جریر طبری نے عبداللہ بن عباس، حسن بصری، جابر بن زید، طاؤس، قتادہ، ضحاک، مسروق، عبدالملک بن یعلی، ربیع، مسلم بن یسار، علا بن زیاد اور ایاس بن معاویہ جیسے اسلاف کے اقوال اس حوالے سے بطور دلیل نقل کیے ہیں''۔ (جامع البیان لتاویل القرآن، طبع بیروت ۱۹۸۸ء، ص ۱۱۵، ۱۱۶، ج ۲ بحوالہ تفہیم المسائل، ج ۵، ص ۴۸۹ تا ۴۹۸)

مفسر عصرِ حاضر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''بعد کے لوگوں نے وصیت کے اس حکم کو محض ایک سفارشی حکم قرار دے دیا یہاں تک کہ بالعموم وصیت کا طریقہ منسوخ ہی ہو کر رہ گیا۔ لیکن قرآن مجید میں اسے ایک حق قرار دیا گیا ہے، جو خدا کی طرف سے متقی لوگوں پر عائد ہوتا ہے (غیر وارثوں کے لیے)۔ اگر اس حق کو ادا کرنا

شروع کر دیا جائے تو بہت سے وہ سوالات خود ہی حل ہو جائیں گے جو میراث کے بارے میں لوگوں کو الجھن میں ڈالتے ہیں، مثلاً ان پوتوں اور نواسوں کا معاملہ جن کے ماں باپ، دادا اور نانا کی زندگی میں مرجاتے ہیں''۔(تفہیم القرآن، ج ۱، ص ۱۴۱)

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کیا چاہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ یتیم پوتے اور دوسرے قرابت داروں کے لیے وصیت کی جائے اور انھیں بھی حصہ دیا جائے۔ فوت ہونے والے کے لیے یہ حکم تھا، اگر وہ اس کی تعمیل اس لیے نہ کر سکا کہ اسے اس کا موقع نہ مل سکا، تب اس کی تعمیل ورثا کو کرنا چاہیے۔ اس لیے دو بہنوں، ایک بھائی کو چاہیے کہ وہ فوت ہونے والے بھائی کے دو بیٹوں ایک بیٹی اور بیوہ کو ۱/۳ جو غیر وارث کے لیے بطور وصیت رکھا گیا ہے، دے دیں اور ۲/۳ آپس میں تقسیم کر لیں۔ کل جایداد کو چھے حصوں میں تقسیم کر کے دو حصے، یعنی کل جایداد کا ۱/۳ شہید ہونے والے بھائی کے بیٹوں، بیٹی اور بیوہ کو ان کے حصص وراثت کے مطابق دے دیں اور بقیہ چار حصے اس طرح تقسیم کریں کہ دو حصے بھائی کو اور ایک ایک حصہ بہنوں کو مل جائے۔ (مولانا عبدالمالک)

جمہوریت کی اصطلاح کی شرعی حیثیت

س: آج کل دنیا میں پرامن تبدیلی اور آمریت کے مقابلے میں جمہوریت اور جمہوری نظام کا چرچا ہے۔ اسے تمام مسائل کا حل تصور کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث کے حوالے سے واضح فرما دیں کہ جمہوریت کی اصطلاح کا مفہوم کیا ہے اور کیا اس کا وجود قرآن و حدیث میں پایا جاتا ہے؟

ج: اس اہم سوال کا براہ راست جواب دینے سے قبل مناسب ہوگا کہ اس بات پر غور کر لیا جائے کہ گو ہم قرآن کریم اور سنت رسولؐ یا حدیث کے بارے میں یہ ایمان رکھتے ہیں کہ یہی ہمارے لیے قیامت تک کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہیں، لیکن کیا ہدایت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر ممکنہ موضوع پر تفصیلات بھی فراہم کرے، یا ہدایت کا اصل مقصد بنیادی اصول اور بعض